(۳۴)

(فرمودہ یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء بمقام عید گاہ۔ قادیان)

پہلے تو میں عید کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں کیونکہ کل یہاں چاند دیکھنے کی کوئی اطلاع نہ ملی تھی لیکن باوجود اس کے رات کو صبح عید ہونے کا اعلان کر دیا گیا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ رات کو دو جگہ سے فون آئے کہ وہاں چاند دیکھا گیا ہے۔ ایک تو کپور تھلہ سے شیخ محمد احمد صاحب وکیل[1] کا فون آیا کہ ان کی لڑکی اور ایک ملازم نے چاند دیکھا ہے۔ چونکہ مطلع بالکل صاف تھا اور ایسے موقع پر جب کہ مطلع صاف ہو ایک دو کی گواہی کافی نہیں سمجھی جاسکتی اس لئے میں نے ان کو کہہ دیا کہ یہ دو گواہیاں ایسی نہیں کہ ان کی بناء پر ایسے صاف دن میں عید کے متعلق فیصلہ کیا جاسکے۔ ہم روزہ ہی رکھیں گے مگر ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ ڈلہوزی سے فون کے ذریعہ معلوم ہوا کہ وہاں احمدیوں اور غیر احمدیوں میں سے متعدد احباب نے چاند دیکھا ہے ہمارے قافلہ کے جو دوست تھے ان میں سے بھی سات کے متعلق کہا گیا کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے اس پر میں نے انہیں دوبارہ فون کیا کہ ان کی حلفیہ شہادت لے کر مجھے فون پر اطلاع دی جائے کہ آیا وہ اپنی شہادت پر ایسا یقین رکھتے ہیں کہ اس بارہ میں حلف اٹھا سکیں یا نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے فون آیا کہ جو دوست موجود ہیں ان میں سے چار نے حلفاً کہا ہے کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے اور لوگوں نے بھی کثیر تعداد میں چاند دیکھا ہے مگر چونکہ وہ دور دور رہتے ہیں اس لئے ان سے حلف نہیں لی جاسکی۔ اس کے بعد لاہور فون سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہاں جالندھر سے رپورٹ آئی ہے کہ شملہ میں لوگوں نے چاند دیکھا ہے اسی طرح معلوم ہوا کہ سولن پہاڑ پر بھی اور بمبئی میں بھی چاند دیکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے چاند بہت کم اونچا تھا۔ قادیان کے احمدی دوست چونکہ اس وقت دعا میں مشغول تھے اس لئے وہ چاند نہ دیکھ سکے اور باہر بھی تھوڑے تھوڑے غبار کی وجہ سے نظر نہ آیا مگر پہاڑوں پر چونکہ اتفاقاً مطلع صاف تھا اس لئے وہاں کے رہنے والوں نے چاند کو دیکھ لیا۔ چنانچہ اس بارہ میں جتنی رپورٹیں آئیں ان میں سے اکثر پہاڑی مقامات کی ہی ہیں سوائے کپور تھلہ کے کہ وہاں بھی

بعض نے چاند دیکھ لیا تھا۔ (بعض احباب کے ذکر پر جنہوں نے قادیان میں بھی چاند دیکھ لیا تھا۔ حضور نے فرمایا) معلوم ہوتا ہے یہاں بھی بعض لوگوں نے چاند دیکھا ہے مگر وہ وقت پر آگے نہیں آئے اس لئے ان کی شہادت صرف تائیدی رنگ میں پیش کی جاسکتی ہے اگر یقینی شہادت ہو تو اس کا چھپانا گناہ ہوتا ہے۔ [۲] معلوم ہوتا ہے کچھ نہ کچھ شبہ ان کے دلوں میں ضرور ہو گا کہ شاید ہم نے چاند نہ دیکھا ہو۔ بہرحال چونکہ ایسی یقینی شہادتیں آگئیں جو حلف پر مبنی تھیں اس لئے ہماری طرف سے عید کا اعلان کر دیا گیا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ایسی عیدوں کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول چسپاں نہیں ہوتا کہ جو شخص عید کے دن روزہ رکھتا ہے وہ شیطان ہے۔ آج صبح ہی میں نے سنا ایک عورت کہہ رہی تھی کہ جن لوگوں نے آج روزہ رکھا ہوا ہے شیطان ہیں مگر یہ صحیح نہیں۔ جب چاند دیکھنے میں اس قسم کا اختلاف واقع ہو جائے تو ہر قوم کا الگ فتویٰ ہوتا ہے بلکہ ہر شہر کا الگ الگ فتویٰ ہوتا ہے۔ [۳] فرض کرو باہر کی احمدی جماعتیں آج عید نہیں کرتیں بلکہ انہوں نے روزہ رکھا ہوا ہے تو یہ ہرگز ناجائز نہ ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر اللہ تعالیٰ نے الہام نازل کیا کہ "عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو"۔ [۴] اس الہام نے صاف بتا دیا کہ اس روز عید تو تھی مگر چونکہ شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ چاند دیکھنے پر عید کی جائے [۵] اس لئے لوگوں کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ اگر چاہیں تو عید کرلیں اور اگر چاہیں تو نہ کریں۔ گویا یہ محض افتاء تھا شریعت کا حکم نہیں تھا اور محض افتاء کے متعلق اختیار ہوتا ہے کہ جس کا دل چاہے اس پر عمل کرے اور جس کا دل چاہے عمل نہ کرے۔ [۶] گو قومی لحاظ سے جب اکثریت ایک بات کا فیصلہ کر دے یا امام فیصلہ کر دے یا قاضی فیصلہ کر دے تو اس جگہ کے رہنے والوں پر اس فیصلہ کا ماننا واجب ہو جاتا ہے۔ [۷] پس یہ بات صحیح نہیں کہ جن دوسرے شہروں والوں نے روزہ رکھا ہوا ہے یا قادیان کے جن غیر احمدیوں نے آج روزہ رکھا ہے وہ شیطان ہیں۔ ایسے حالات میں اگر بعض لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ شہادت ایسی مکمل نہیں کہ اس کی بناء پر روزہ کو ترک کیا جاسکے تو وہ روزہ رکھ سکتے ہیں اسی طرح جو لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ شہادت کی بناء پر روزہ کو ترک کیا جاسکتا ہے ان کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور عید کریں۔ پس جن لوگوں نے آج روزہ رکھا ہوا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے ماتحت نہیں آسکتے ان کے لئے روزہ رکھنا جائز ہے اور جو عید کر رہے ہیں ان کے لئے بھی جائز ہے مگر ان کے لئے نہیں جن کے لئے جماعتی رنگ میں عید کا

فیصلہ ہوا ہے۔

اس کے بعد میں تمام جماعت کو مقامی جماعت کو پہلے اور بیرونی جماعت کو خطبہ شائع ہونے کے بعد خطبہ کے توسط سے اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ گزشتہ ایام میں دنیا میں بعض ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ جنہوں نے ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے بے انتہا سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ پچھلے ایک دو مہینہ کے اندر اندر اٹلی بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اور اس کی حکومت جاتی رہی ہے۔ جاپان پر اتحادیوں کا زور بڑھ گیا ہے اور روس میں جرمنوں کو ایسی خطرناک شکستیں ہوئی ہیں کہ اگر ان شکستوں کے پیچھے کوئی بہت بڑا جنگی دھوکا نہ ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک جرمنی کی جارحانہ پالیسی کا تعلق ہے جرمن ختم ہو چکا ہے۔ میں نے بارہا بتایا ہے کہ جہاں تک جنگ کا تعلق ہے [۸] ہماری ہمدردیاں اتحادیوں کے ساتھ ہیں۔ ہمارے اپنے سینکڑوں نہیں ہزاروں احمدی بھائی اس جنگ میں گئے ہوئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو ہم نے خود کہہ کہہ کر سمجھا سمجھا کر اور تبلیغ کر کر کے لڑائی کے لئے بھجوایا ہے۔ کہتے ہیں "جنگ دو سر دارد" جنگ میں یا اِنہوں نے جیتنا ہوتا ہے یا اُنہوں نے۔ یا ایک فریق نے غالب آنا ہوتا ہے یا دوسرے نے۔ مگر ہماری اپنی پالیسی اور اپنی سمجھ کے مطابق اس جنگ میں اتحادیوں کا جیتنا زیادہ مفید ہے اسی بناء پر ہم نے انگریزوں کی مدد کی اور اسی وجہ سے آج ہزارہا احمدی اتحادیوں کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔ مجھے اس پالیسی کے متعلق متواتر رؤیا ہوئی ہیں۔ گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ دوسروں کے لئے حُجّت ہیں مگر کم سے کم میرے لئے وہ ضرور حجت ہیں اور جب رؤیا کے لحاظ سے وہ میری ذات کے لئے حُجّت ہیں تو اس کے بعد خلیفہ وقت کے فیصلہ کے لحاظ سے وہ جماعت کے لئے بھی حُجّت بن جاتی ہیں۔ پس جو چیز میرے لئے رؤیا کے لحاظ سے حجت ہے وہ دوسروں کے لئے گو رؤیا کے لحاظ سے حجت نہ ہو مگر خلیفہ کا فیصلہ چونکہ اسی کے مطابق ہے اس لئے خلیفہ کے فیصلہ کے لحاظ سے وہی چیز جماعت کے لئے بھی حُجّت ہے۔ میں نے متواتر رؤیا دیکھی ہیں کہ جہاں تک دنیوی حالات کا تعلق ہے اور جہاں تک مستقبل کے ان مُبہم اور تاریک حالات کا تعلق ہے جن کا اندازہ قبل از وقت کوئی انسان نہیں لگا سکتا ان کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی مشیّت اتحادیوں کی تائید میں ہے۔

اب بھی اٹلی پر جب انگریزی حملہ ہوا تو اس سے ایک دن پہلے رؤیا میں میں نے دیکھا کہ میں ایک جگہ کھڑا ہوں اور وہاں پاس ہی ایک دوسرا ملک نظر آتا ہے جو بہت لمبا سا ہے۔ وہاں

مولوی عبدالکریم صاحب ؓ مرحوم کھڑے ہیں اور بڑے زور و شور سے انگریزوں کی مدد کے لئے فوج میں بھرتی ہونے کے متعلق تقریر کر رہے ہیں۔ خواب میں میں کہتا ہوں کہ مولوی عبدالکریم صاحب تو فوت ہو چکے ہیں معلوم ہوتا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لی ہوگی کہ میں لوگوں کے سامنے بھرتی کے متعلق تقریر کروں اور اس اجازت کے بعد وہ تقریر کر رہے ہیں۔ غرض وہ بڑے زور شور سے تقریر کر رہے ہیں۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس علاقہ کی ایک نوک سے فوج سے بھری ہوئی لاریاں اتنی کثرت سے دوسرے ملک میں داخل ہونی شروع ہو گئیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان لاریوں سے تمام چوک بھر گیا ہے۔ بے تحاشا ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری موٹر دوڑتی چلی جاتی تھی۔ اس خواب کے دوسرے دن ہی اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہو گئی کہ انگریزوں نے اٹلی پر حملہ کر دیا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ تین چار دن کے بعد انگلستان کے اخبار "ٹائمز" کا ایک فقرہ "سول" ؂ وغیرہ انگریزی اخبارت میں نقل کیا گیا کہ جس طرح فوجوں سے بھری ہوئی لاریاں اٹلی میں داخل ہوئی ہیں اس کا اگر کسی نے اندازہ لگانا ہو تو وہ لندن کے کسی چوک کا اندازہ لگا لے جب وہاں موٹریں اور لاریاں کسی وجہ سے رُک جاتی ہیں تو اجازت ملنے پر کس طرح ایک دوسری کے پیچھے بھاگتی چلی جاتی ہیں جو حالت ایسے موقع پر لندن کے کسی چوک میں موٹروں اور لاریوں کی کثرت اور ان کے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے کی ہوتی ہے اس کو اگر کئی سو گنا بڑھا کر سوچے تو وہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ اٹلی میں ہماری فوجوں سے بھری ہوئی لاریاں کس کثرت اور کتنی بڑی تیزی کے ساتھ داخل ہوئیں۔ میں نے خود چوک کی روک کا نظارہ دیکھا ہے۔ ۱۹۲۴ء میں جب میں ولایت گیا تو ایک دفعہ لندن کے ایک چوک میں موٹریں تھوڑی دیر کے لئے رُک گئیں۔ اس روک کے ہٹنے پر میں نے دیکھا کہ متواتر آدھ گھنٹہ تک ہر موٹر کی دم کے ساتھ دوسری موٹر کی ناک لگی ہوئی ہوتی تھی اور بے تحاشا دوڑتی چلی جاتی تھیں۔ کوئی موٹر ایسی نہ تھی جس کے ساتھ دوسری موٹر لگی ہوئی نہ ہو اور مسلسل آدھ گھنٹہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ "ٹائمز" کا بیان ہے اس سے کئی سَو گُنے زیادہ کا اندازہ لگایا جائے تو انسان سمجھ سکتا ہے کہ اٹلی پر حملہ کے وقت فوجوں سے بھری ہوئی لاریاں کس کثرت اور کتنی تیزی سے ملک میں داخل ہوئیں۔ یہی نقشہ میں نے اپنے دوستوں کے سامنے کھینچا تھا حالانکہ اُس وقت تک ابھی یہ خبر شائع نہیں ہوئی تھی کہ اتحادیوں نے اٹلی پر حملہ کر دیا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ نے جہاں تک دنیوی مفاد کا سوال ہے اور جہاں تک موجودہ جنگ کے خاتمہ کا تعلق ہے ہماری ہمدردیاں اتحادیوں سے وابستہ کر دی ہیں۔ لیکن اس کا ایک اور پہلو بھی ہے جو اپنے ساتھ اگر کچھ اندیشے رکھتا ہے تو ساتھ ہی بہت بڑی بشارتیں بھی رکھتا ہے اور وہ پہلو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی آج ایسی شان اور عظمت کے ساتھ پوری ہوئی ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ دنیا کا کوئی اندھے سے اندھا دشمن بھی اس پیشگوئی کی صداقت اور عظمت سے انکار کر سکے۔ آج سے چالیس یا پچاس سال پہلے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کو پیش کر کے دنیا میں اس کی اشاعت فرمائی اور لوگوں میں آپ کی شہرت ہوئی تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سب سے بڑا اعتراض دشمن کا یہ تھا کہ آپ جہاد کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اور وہ ایک ہی حربہ جس سے اسلام کو شان و شوکت نصیب ہو سکتی ہے اس کو آپ نے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ ہر مسلمان جو اپنے دل میں اسلام کا درد رکھتا تھا بوجہ اس کے کہ مولویوں نے اس کی عقل مار دی تھی، بوجہ اس کے کہ وہ نورِ نبوت سے محروم ہو چکا تھا، بوجہ اس کے کہ اسے کبھی قرآن پر غور کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اور بوجہ اس کے کہ اگر وہ قرآن پر غور بھی کرتا تھا تو قرآن کو سمجھنے کی طاقت اس میں نہیں تھی، یہ خیال کرتا تھا کہ مرزا صاحب نے جو ہتھیار چلایا ہے وہ اسلام کی تائید میں نہیں چلایا بلکہ اسلام پر ایک ایسا تبر رکھ دیا ہے جس کے بعد وہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کی شہادت کی بڑی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ جہاد کے مخالف تھے اور مسلمانوں کی نگاہ میں یہ تعلیم اسلامی طاقتوں کو کمزور کرنے کا موجب تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات لکھی لہ اس وقت اسے مخالفین نے درست قرار نہ دیا اور یہی کہتے رہے کہ محض احمدیت کی وجہ سے انہیں مارا گیا مگر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے وہ اپنے مأمورین کی ہربات کی صفائی کے سامان پیدا کر دیا کرتا ہے اسی طرح اس نے آپ کی اس بات کی سچائی کے بھی سامان پیدا فرما دیئے۔ چنانچہ گو وہ وقت گزر گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہو گئے پھر حضرت خلیفہ اول کا زمانہ آیا اور آپ بھی فوت ہو گئے مگر جب میرا زمانہ آیا تو مجھے کسی دوست کے ذریعہ ایک انگریز انجنیئر مسٹر مارٹن کی لکھی ہوئی کتاب ٢ه ملی جو اس وقت افغانستان گورنمنٹ کا چیف انجنیئر تھا جب کہ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کئے گئے ہیں۔ اس نے اپنی اس کتاب میں ایک خاص باب صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب کی شہادت کے متعلق

قائم کیا ہے اور اس کا عنوان رکھا ہے "دی ابسولیوٹ امیر" (The Absolute Amir) یعنی ایسا بادشاہ جس کی طاقتوں کی کوئی حد بندی نہیں۔ اس باب میں وہ لکھتا ہے۔ صاحبزادہ صاحب یہ تعلیم دیتے تھے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مسیحیوں کو اپنا بھائی سمجھیں اور ان کو واجب القتل خیال نہ کریں۔ اگر اس تعلیم کو مان لیا جاتا تو چونکہ امیر کا وہ بڑا ہتھیار جسے وہ انگریزوں اور روسیوں کے خلاف استعمال کر سکتا تھا باطل ہو جاتا تھا اس لئے جب اس کے پاس شکایتیں پہنچیں تو اس نے ان کو قید کر لیا اور اس نے کہا کہ میں ان کے سارے عقائد نظرانداز کر سکتا تھا مگر یہ عقیدہ کہ عیسائیوں کے خلاف جہاد جائز نہیں اس کو میں کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے ہوتے ہوئے اسلامی حکومتیں زندہ ہی نہیں رہ سکتیں۔ وہ لکھتا ہے جب مُلّانوں نے ان کو سزا دینے کی کوئی وجہ نہ پائی تو امیر نے انہیں کہا کہ اس آدمی کو ضرور سزا ملنی چاہئے۔ امیر کے بھائی سردار نصراللہ خان نے بھی بڑا زور دیا کہ اگر یہ تعلیم لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو گئی تو انگریز اور روس ہمیں کھا جائیں گے اس کے تدارک کی ایک ہی صورت ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں جہاد کا شوق پایا جاتا ہے اور جب انہیں لڑنے کے لئے بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آؤ اور جہاد کے لئے نکلو تو ہر شخص بغیر تنخواہ کے، بغیر خوراک وغیرہ کا گورنمنٹ سے سامان لینے کے اور بغیر کسی معاوضہ کے لڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ مگر جس دن لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ جہاد کرنا ان پر فرض نہیں اور یہ کہ اگر وہ لڑتے ہیں تو بادشاہ اور حکومت کی خاطر لڑتے ہیں' مذہب اسلام کی خاطر نہیں لڑتے' تو ہماری طاقت بالکل کمزور ہو جائے گی اور ہمارے پاس اپنی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔ وہ لکھتا ہے امیر بار بار صاحبزادہ صاحب کو سمجھاتا اور کہتا کہ وہ اس عقیدہ کو ترک کر دیں مگر آپ نے کہا میں اس عقیدہ کو ترک نہیں کر سکتا۔ پھر اس نے اس واقعہ شہادت کی بعض ایسی تفصیلات بھی لکھی ہیں جو عام طور پر انگریز نہیں لکھا کرتے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ اس ذریعہ سے ان کی ولایت کا بھی ذکر قائم کرنا چاہتا تھا اس لئے اس انگریز نے ان باتوں کا بھی ذکر کر دیا۔ وہ لکھتا ہے جب انہیں شہید کیا جانے لگا تو انہوں نے خبر دی کہ میری شہادت کے بعد افغانستان پر ایک قیامت آئے گی۔ چنانچہ سات دن کے بعد کابل میں سخت ہیضہ پھوٹا اور کئی لوگ ہلاک ہو گئے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب کابل میں شدت سے ہیضہ پھوٹ پڑا تو سردار نصراللہ خان کے پاس امیر گھبرا کر ادھر ادھر ٹہلتا اور کہتا جاتا تھا کہ شاید اس مولوی کی بات پوری

ہو گئی ہے۔ ۱۵؎ تو اللہ تعالیٰ نے مسٹر مارٹن کے ذریعہ یہ گواہی مہیا فرما دی کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کی بڑی وجہ یہی تھی کہ وہ جہاد کے مخالف تھے۔ پس حقیقت یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت احمدیہ کی شدید مخالفت تعلیم یافتہ لوگوں اور سیاسی لوگوں کی طرف سے عام مذہبی مسائل کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس وجہ سے ہوئی کہ ہر دیندار مسلمان جو اسلام کی شان و شوکت چاہتا تھا بوجہ اسلامی تعلیم سے ناواقفیت اور قرآن کے مغز سے ناآشنا ہونے کے آپ کی اس تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی بجائے غصہ سے بھر جاتا تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ آپ نے اسلام کو اٹھا کر (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) کُتّوں کے آگے ڈال دیا ہے۔ وہ زمانہ ایسا تھا کہ مسلمان یہ یقین رکھتے تھے کہ اگر وہ اپنی تنظیم کو مکمل کر لیں تو یورپین طاقتوں کا آسانی کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ گو وہ اتنی توپیں نہیں بنا سکتے تھے جتنی توپیں یورپین ممالک تیار کر سکتے تھے مگر پھر بھی توپوں کا ڈھالنا ان کے لئے کوئی زیادہ مشکل کام نہ تھا۔ افغانستان میں ایسے مقامات تھے' جہاں توپوں کو ڈھالا جاتا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ توپیں تیار کرنا ان کے لئے کوئی زیادہ مشکل کام نہیں پس گو وہ ایسی توپیں تیار نہیں کر سکتے تھے جن سے وہ روسی اور انگریزی فوجوں کو شکست دے سکیں مگر پھر بھی اپنی جان بچانے اور دشمن کو تنگ کرنے کے لئے ان کے پاس کافی توپیں تھیں اور وہ کافی توپیں تیار بھی کر سکتے تھے۔ اسی طرح بے شک ان کے پاس ویسی بندوقیں نہیں تھیں جیسی بندوقیں یورپین حکومتوں کے پاس تھیں مگر پھر بھی اُن کے پاس ایسی بندوقیں تھیں جن سے وہ اپنی جان بچا سکتے تھے اور اِکّے دُکّے غیر مسلم کو قتل بھی کر سکتے تھے۔ اسی طرح اگر دشمن کے پاس تلواریں تھیں یا نیزے تھے تو مسلمانوں کے پاس بھی بکثرت تلواریں اور بکثرت نیزے تھے اور مسلمان سمجھتے تھے کہ وہ تھوڑی سی تنظیم اور غیر مسلموں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ قربانی کر کے اسلام کی عزت اور اس کی شان و شوکت کو دوبارہ قائم کر سکتے ہیں۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے یہ اعلان کیا کہ۔

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا ۱۶؎

لوگوں نے اس آواز کو سنا اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ اسلام کو تباہ کرنے کا ذریعہ ہے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمان کی جان کو جو ایک نہایت ہی قیمتی چیز ہے بے موقع

ضائع ہونے سے بچانا چاہتے تھے۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان غلط راستہ پر کھڑے ہوں اور غلط قدم اٹھا کر تباہ و برباد ہو جائیں۔ پس آپ نے اس راستہ پر چلنے سے مسلمانوں کو روکا اور ان کو ہٹانے کی کوشش کی مگر اس لئے نہیں کہ انگریزوں کی طرف داری کریں بلکہ اس لئے کہ اس غلط راستہ پر چلنے کی بجائے جو لوگ اپنے دلوں میں ایمان اور اخلاص رکھتے ہیں وہ اسلام کی اشاعت کی تائید میں اپنی کوششوں کو صرف کر دیں اور اس طرح بجائے اپنی طاقتوں کو تلف کرنے کے ان سے بہترین رنگ میں کام لیکر اسلام کی ترقی میں مُمِدّ ہوں۔

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ اعلان لوگوں کے سامنے کیا دنیا کے اسلحہ کی یہ حالت تھی کہ گو مسلمان اتنا اسلحہ جمع نہیں کر سکتے تھے جتنا اسلحہ دوسری قوموں نے جمع کیا ہوا تھا اور گو وہ اتنا اعلیٰ اسلحہ تیار نہیں کر سکتے تھے جتنا اعلیٰ اسلحہ دوسری قوموں نے تیار کیا ہوا تھا مگر بہرحال جس قسم کا اسلحہ دوسری قومیں استعمال کرتی تھیں اسی قسم کا اسلحہ گو ردی ہی ہو مسلمان تیار کر سکتے تھے اور انہیں اس ذریعہ سے دنیا پر غالب آجانے کا کسی قدر خیال ہو سکتا تھا مگر آج کیا حالت ہے۔ یہ اعلان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں کیا تھا اور اب ۱۹۴۳ء ہے گزشتہ اکتالیس سال کے عرصہ میں جنگ کے اسلحہ میں جو حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اس کو دیکھتے ہوئے کیا کوئی شخص بھی یہ خیال کر سکتا ہے کہ اس قدر اسلحہ آج مسلمان جمع کر سکتے ہیں۔ آج ساری جنگ یا تو آبدوز کشتیوں پر آگئی ہے اور یا پھر ہوائی جہازوں پر آگئی ہے۔ توپیں بنانے والے مسلمانوں میں موجود تھے گو ردی قسم کی توپیں بنانے والے ہی کیوں نہ ہوں' بندوقیں بنانے والے مسلمانوں میں موجود تھے گو رڈی قسم کی بندوقیں بنانے والے ہی کیوں نہ ہوں' تلواریں بنانے والے مسلمانوں میں موجود تھے گو رڈی قسم کی تلواریں بنانے والے ہی کیوں نہ ہوں مگر ہوائی جہاز اور آبدوز جہاز بنانے کا کارخانہ آج کسی اسلامی ملک میں نہیں اور نہ قریب ترین زمانہ میں کسی اسلامی ملک میں اس قسم کا کارخانہ بننے کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے۔ اور اگر کسی وقت مسلمان حکومتوں میں کارخانے بنے بھی تو جس قسم کے سامان یورپین حکومتوں کے پاس ہیں اور جس قسم کے اعلیٰ درجہ کے کارخانے انہوں نے بنا رکھے ہیں ان کی اتنی کثرت ہے کہ اب کسی اور کارخانے کو پنپنے کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ جس طرح ایک بڑے درخت کے نیچے چھوٹی کونپل پنپ نہیں سکتی اسی طرح یورپین حکومتوں نے اسلحہ کو اتنی بلندی پر پہنچا دیا ہے کہ اب کوئی اور کارخانہ ان کے سامنے پنپ ہی

نہیں سکتا۔ صرف امریکہ نے پچھلے سال ایک لاکھ چالیس ہزار ہوائی جہاز تیار کئے ہیں ☆۱۶۔
اور ایک ایک ہوائی جہاز ایسا ہوتا ہے جو شہروں کے شہر برباد کر دیتا ہے۔ وہ جنگ جس کے متعلق
کئی مسلمان یہ خیال کرتے تھے کہ اس میں انگریزوں کے دشمن غالب آ جائیں گے اسی جنگ
نے انہیں اس قدر اسلحہ جمع کرنے کی طاقت دے دی ہے کہ اب ان کے سامنے دنیوی لحاظ سے
کسی کے کھڑے ہونے کا امکان بھی نہیں ہو سکتا۔ جس وقت جرمنی نے حملہ میں ابتداء کی ہے
اُس وقت ہزاروں لاکھوں مسلمان اور کروڑوں کروڑ ہندو اور دوسرے مذاہب کے پیرو یہ
خیال کرتے تھے کہ اس جنگ کے دوران میں انگریز اتنے کمزور ہو جائیں گے کہ وہ دنیا پر
حکومت کرنے کے قابل نہیں رہیں گے مگر ہوا یہ کہ جنگ کو فتح کرنے کی نیت سے انہوں نے
ایسی شاندار قربانی کی ہے اور ایسے ایسے اسلحہ جمع کر لئے ہیں کہ اب ان کے مقابلہ میں کھڑے
ہونے کی کوئی جرأت تک نہیں کر سکتا۔ لاکھوں لاکھ ہوائی جہاز انگلستان اور امریکہ نے جمع کر
لئے ہیں اور ان کے مقابل کی وہ طاقتیں جو ان کا ہاتھ روک لیا کرتی تھیں کچلی جا رہی ہیں۔ اب
تک ان طاقتوں کو اگر ظلم سے کسی چیز نے باز رکھا تھا تو وہ یہ نہیں تھی کہ وہ ظالم نہیں تھیں بلکہ
وہ اس لئے دوسروں پر ظلم کرنے سے رُکی ہوئی تھیں کہ وہ چاہتی تھیں کہ اس دوران میں اپنی
طاقتوں کو زیادہ سے زیادہ بڑھا لیں۔ پس وہ اگر ظلم سے رُکی رہی ہیں تو ایشیائیوں کی بھلائی کے
خیال سے نہیں بلکہ اپنی طاقت بڑھانے کے خیال سے اور اس وجہ سے کہ وہ اپنے اندر مقابلہ
کی اور زیادہ قوت پیدا کر لیں مگر آج وہ تمام طاقتیں جو سَو سال سے بعض مغربی طاقتوں کو روک
رہی تھیں اس طرح کُچلی جا رہی ہیں کہ ایک دو سال کے اندر اندر ان کی پرانی طاقت اور قوت
ایک کہانی بن کر رہ جائے گی اور وہ ایسے ہی کمزور ہو جائیں گے جیسے ہمارے ہمسایہ سرحدی
قبائل ہیں کہ لڑائی کے ان کے پاس کوئی سامان نہیں۔ وہ اس طرح تو کر لیں گی کہ کبھی کسی
انگریز کو مار دیا یا کبھی کسی امریکی کو مار دیا مگر باقاعدہ لڑائی کرنے کی جرات ان میں نہیں رہے گی
اور نہ ان سامانوں کے مقابلہ میں کسی کو جرأت ہو سکتی ہے جو آج انگریزوں اور امریکنوں کے
پاس ہیں۔ ان پر لڑائی کرنے کی اب امید رکھنا ایسا ہی ہے جیسے لاکھوں ہوائی جہازوں کے مقابلہ
میں کوئی شخص سرحدی افغانوں پر امید رکھے کہ وہ ان کا مقابلہ کر سکیں گے۔ لاکھوں ہوائی جہاز
تو کیا اگر ان کا سواں حصہ بھی آ جائے تو کیا سرحد کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ تو اللہ
تعالیٰ نے وہ الفاظ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ سے کہلوائے تھے کہ

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

ایسے واضح طور پر پورے کر کے دکھا دیئے ہیں کہ اگر دنیوی طاقت کے ذریعہ سے اسلام نے بڑھنا ہوتا تو آج اسلام کی موت کا دن ہوتا جس کے بعد اس کی زندگی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ پس وہ لوگ جو اسلام کی ترقی جہاد سے وابستہ سمجھتے ہیں' وہ لوگ جو اسلام کی ترقی تلوار سے وابستہ قرار دیتے ہیں وہ دیکھ لیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ تلوار سے بڑھنے والے اسلام کی شان و شوکت ایک مُردہ جسم کی صورت میں پڑی ہوئی ہے۔ جس کے دوبارہ زندہ ہونے کی کوئی صورت نہیں مگر وہ جس کے دل میں یہ یقین اور ایمان ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ ہمارے طاقتور خدا کے ہاتھ سے بڑھے گا وہ دیکھ لے کہ اسلام زندہ ہے زندہ رہے گا اور اس کے مقابل کی تمام شیطانی طاقتیں مٹا دی جائیں گی۔ آج وہ حالات رونما ہیں کہ ان کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں مسلمانوں کی وہی حالت ہے جو رسول کریم ﷺ کی وفات پر مسلمانوں کے ایک طبقہ کی ہوئی اور ہماری حالت وہی ہے جو حضرت ابوبکرؓ کی محمد ﷺ کی لاش مبارک کو دیکھ کر ہوئی۔ جب رسول کریم ﷺ کی وفات ہوگئی تو اس وقت غلطی سے مسلمانوں کے ایک حصّہ نے یہ سمجھا کہ اگر ہم رسول کریم ﷺ کی موت کو تسلیم کرلیں تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ اسلام کی موت ہوگئی۔ پس وہ رسول کریم ﷺ کی وفات سے منکر ہوگئے۔ بالکل اسی طرح جس طرح جہاد کے منسوخ یا ملتوی ہونے کے منکر آج کل کے مسلمان ہیں۔ وہ رسول کریم ﷺ کی وفات کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ آپ زندہ ہیں اور جو شخص یہ کہے گا کہ آپؐ وفات پاگئے ہیں اس کی گردن تلوار سے اُڑا دیں گے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی۔ آپ آئے اور سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور کہا عائشہ! تمہارے صاحب کا کیا حال ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ وفات پا گئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور رسول کریم ﷺ کے بے جان جسم کو چارپائی پر پڑا ہوا دیکھ کر آپؐ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اُس وقت اسلام کی دنیوی شان و شوکت بظاہر بالکل مُردہ نظر آتی تھی جس طرح آج اسلام دنیوی لحاظ سے مُردہ نظر آتا ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے سر اٹھایا اور خاموشی سے باہر مسجد میں آگئے۔ اُس وقت حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے تھے تاکہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ فوت ہوگئے ہیں تو اسی وقت اس کا سر تلوار سے اُڑا دیں۔ کچھ اور

جو شیلے صحابہؓ بھی ان کے ساتھ اپنے ہاتھوں میں تلواریں لئے اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے کہ ادھر کسی مسلمان کے منہ سے یہ نکلے کہ رسول کریم ﷺ فوت ہو گئے ہیں اور ادھر وہ اس کا سر تن سے جُدا کر دیں۔ حضرت ابوبکرؓ خاموشی سے منبر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ابوبکرؓ منبر کی طرف جا رہے ہیں تو انہوں نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو یہ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو میرے عقیدہ کے خلاف ہو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ کو پکڑ کر بات کرنی چاہی۔ حضرت ابوبکرؓ نے جھٹکا دے کر ہاتھ چُھڑا لیا اور خاموشی سے منبر کے پاس گئے اور فرمایا۔ اے لوگو! سنو وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئْنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ [۱۷] محمد رسول اللہ ﷺ صرف رسول تھے خدا نہیں تھے۔ خدا فرماتا ہے کہ اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ۔ اے لوگو! سنو جو شخص تم میں سے محمد رسول اللہ ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ وہ دیکھ لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔ [۱۸] یہی نظارہ ہمیں آج بھی دکھائی دے رہا ہے۔ جو لوگ اسلام کو صرف دنیوی طاقت کی صورت میں دیکھ رہے تھے وہ دیکھ لیں کہ اسلام ان کے سامنے مردہ پڑا ہوا ہے لیکن وہ لوگ جو اسلام کو خدا کے دین کی شکل میں دیکھ رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ اسلام صرف دنیوی طاقت کی صورت میں نہیں بلکہ روحانیت کی صورت میں ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام زندہ ہے زندہ رہے گا اور دنیا کی کوئی طاغوتی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ فرمایا تھا کہ:۔

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

یہ ارشاد ایسا بیّن اور واضح طور پر آج پورا ہو رہا ہے کہ سوائے کسی احمق اور پاگل کے جس کی جگہ پاگل خانہ کے سوا اور کوئی نہ ہو اس سے انکار کی اور کسی میں جرأت نہیں ہو سکتی اور کوئی نہیں جو یہ کہہ سکے کہ دنیوی سامانوں، ہوائی جہازوں، آبدوزوں اور دوسرے سینکڑوں قسم کے ان جنگی ہتھیاروں کا مسلمان مقابلہ کر سکتے ہیں جو یورپین حکومتوں نے تیار کئے ہوئے ہیں بلکہ

مسلمان تو کیا جو ہتھیار جرمن' جاپان اور اٹلی نے تیار کئے ہوئے تھے وہ بھی ان کے کام نہ آئے اور خدا تعالیٰ نے پرانی پیشگوئیوں کے مطابق دنیا کے تغیرات کا جو راستہ مقرر کر رکھا ہے اس میں جو بھی کھڑا ہوا وہ ہٹا دیا گیا۔ لیکن اس کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جو حضرت ابو بکرؓ نے وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ کے الفاظ میں بیان کیا تھا۔ یعنی اسلام کی زندگی روحانی سامانوں سے مقدر ہے نہ کہ جسمانی سامانوں سے اور یہی وہ چیز تھی جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کو لانا چاہتے تھے۔ [۱۹] احمدیہ جماعت سے بھی یہ غفلت ہوئی کہ وہ جہاد کو اکیلا دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے حالانکہ یہ کسی نبی کا کام نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں کے دلوں میں مایوسی پیدا کر دے۔ مومن کا ایمان ہمیشہ خوف اور رجاء کے درمیان ہوتا ہے۔ [۲۰] وہ ڈرتا بھی ہے اور اللہ تعالیٰ پر امید بھی رکھتا ہے۔ جو شخص صرف ڈرتا ہے اور امید نہیں رکھتا وہ بھی کافر ہے اور جو اپنی حالت پر بالکل مطمئن ہو جاتا ہے اور ڈرتا نہیں وہ بھی کافر ہے۔ مومن وہی ہے جس کا ایمان بَيْنَ الْخَوْفِ وَ الرَّجَاءِ ہو جیسا کہ قرآن کریم کی تعلیم ہے اور صوفیاء نے لکھا ہے۔ [۲۱] پس یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد سے ممانعت کی تعلیم اس لئے دی تاکہ مسلمان کافروں سے لڑیں نہیں اور اپنے مذہب کو غالب نہ کریں اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے مسلمانوں کے دلوں میں اپنی فتح کی نسبت مایوسی پیدا کر دی جو ہرگز درست نہیں۔ پس جہاد کی منسوخی اور اس کے التواء کے معنی صرف اس قدر لینا کہ اسلام کی فتح کا اب کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا آپ کی طرف نَعُوْذُ بِاللّٰهِ کفر اور الحاد کی تعلیم کو منسوب کرنا ہے اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی آکر کہہ دے کہ فلاں راستہ بند ہے اور یہ نہ بتائے کہ کھلا کونسا راستہ ہے۔ پس خالی جہاد کی ممانعت کو پیش کرنا درست نہیں تھا کیونکہ یہ مضمون مسلمانوں کے دلوں میں مایوسی پیدا کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغ اور جہاد یہ دو مضمون ہیں جو اکٹھے ایک وقت میں بیان ہونے چاہئیں اور یہ دونوں مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہی جگہ بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ جب آپ نے یہ کہا کہ موجودہ زمانہ میں جہاد جائز نہیں تو اس کا صرف یہ مطلب تھا کہ اسلام کی زندگی جہاد سے وابستہ نہیں بلکہ تبلیغ سے وابستہ ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی ترقی کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا بلکہ جو دروازہ کھلا تھا اس کو پیش کیا۔ مگر ہماری جماعت کے دوست غلطی سے بند دروازہ تو پیش کرتے رہے مگر جو دروازہ کھلا تھا اور جو

ایک ہی ذریعہ احیاء اسلام کا تھا اس کو پیش نہ کیا۔ حالانکہ خالی جہاد کی تعلیم صرف انگریزوں کو خوش کر سکتی ہے مسلمانوں کے دلوں میں یہ تعلیم مایوسی پیدا کرتی ہے۔ یا اگر بعض مسلمان مایوس نہیں ہوتے تو وہ ہمارے متعلق سمجھتے ہیں کہ ہم اسلام کے دشمن ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کو دعوت و تبلیغ سے وابستہ قرار دیا ہے یعنی صرف ممانعت جہاد کا آپ نے اعلان نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی آپ نے اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ اب اسلام کی اشاعت اور اس کی ترقی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ لوگوں کو تبلیغ کی جائے اور انہیں اسلام کی طرف کھینچا جائے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی ممانعت جہاد والی نظم کے خاتمہ پر فرماتے ہیں۔

تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے [۲۲]۔

یعنی یہ نہیں کہ میں تم کو صرف جنگ سے روکتا ہوں بلکہ اس کے ساتھ ہی تمہیں یہ بھی کہتا ہوں کہ اسلام کی فتح کا راستہ اور ہے اور اسی راستہ پر چلانے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھ کو بھیجا ہے۔ پس میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اب تلوار کے ذریعہ تم کامیاب نہیں ہو سکتے بلکہ اگر تم دشمنوں پر فتح حاصل کرنا چاہتے ہو، تم اسلام کو دوسرے تمام ادیان پر غالب اور برتر کرنا چاہتے ہو تو تم میری تعلیم اور میرے لائے ہوئے براہین کو لوگوں کے سامنے پیش کرو اور پھر دیکھو کہ کس طرح اسلام دنیا پر غالب آتا ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاد کی ممانعت کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں میں مایوسی پیدا نہیں کی بلکہ جہاد کے غلط راستہ پر چلنے سے روک کر تبلیغ کا راستہ ان کے سامنے کھول دیا اور اس طرح ان کے دلوں میں اسلام کی فتح اور اس کی کامیابی کے متعلق ایک غیر متزلزل یقین اور ایمان پیدا کر دیا۔ آج زمانہ کے حالات نے بھی بتا دیا ہے کہ جہاد پر عمل اس زمانہ میں غلط اور مہلک ہے اور یہ کہ اب اسلام کے احیاء اور اس کی ترقی و اشاعت کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ تبلیغ سے دوسرے ادیان پر فتح پانا ہے۔ پس ہر وہ شخص جس کے دل میں دین کا درد ہے جو اپنے اندر سچا ایمان اور سچا اخلاص رکھتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو بتائے کہ مسیحؑ آگیا ہے۔ وہ لوگوں کو یہ پیغام پہنچائے کہ اسلام کا

خدا سچا خدا ہے' محمد رسول اللہ ﷺ اس کے سچے رسول ہیں' قرآن اس کی سچی کتاب ہے تا کہ اگر کوئی شخص مقابلہ کرے تو وہ خدا تعالیٰ کے نشانات و معجزات کی تلوار سے کاٹا جائے اور فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار سے اس کے سر پر پڑے۔ آخر ہوائی جہاز کیوں غالب آتے ہیں اسی لئے کہ وہ اوپر ہوتے ہیں اور لوگ نیچے ہوتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی [۲۳] اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔ ہوائی جہاز چونکہ اوپر ہوتے ہیں اور لوگ نیچے ہوتے ہیں اس لئے وہ بمباری کر کے لوگوں کو ہلاک کر دیتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے فرشتے تو ہوائی جہازوں سے بھی اوپر ہوتے ہیں۔ پس جب کوئی خدا تعالیٰ کے دین کا مقابلہ کرتا ہے تو فرشتے آسمان کی بلندیوں سے اس پر گولے برساتے ہیں اور کسی شخص کی طاقت میں نہیں ہوتا کہ ان کا مقابلہ کر سکے کیونکہ ہوائی جہاز بھی نیچے رہ جاتے ہیں' لوگ بھی نیچے ہوتے ہیں مگر فرشتے اوپر سے ان پر گولے برساتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے موجودہ زمانہ کے حالات کے ذریعہ ہمیں بتا دیا ہے کہ اسلحہ کے ذریعے دشمنوں کا کبھی مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ لوگ سخت غلطی پر تھے جو جہاد کو اسلام کی ترقی کا ذریعہ سمجھے بیٹھے تھے۔ دجّالی طاقتوں کو کچلنے اور اسلام کو غالب کرنے کا ایک یہی ذریعہ ہے کہ ہر شخص تبلیغ میں منہمک ہو جائے اور لوگوں تک خدا تعالیٰ کی وہ آواز پہنچائے جو اس کے کانوں میں پڑی اور جسے قبول کرنے کی اسے سعادت حاصل ہوئی۔ بے شک یہ ایسا ذریعہ ہے کہ انسان بعض دفعہ یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ تلوار دوسرے کی بجائے وہ خود اپنے اوپر چلا رہا ہے۔ وہ تبلیغ کرتا ہے اور مہینوں نہیں سالوں تبلیغ کرتا چلا جاتا ہے مگر اس کا کوئی اثر نہیں دیکھتا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ تلوار بے حقیقت ہے یا تبلیغ اپنے اندر کوئی اثر نہیں رکھتی کیونکہ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی نظارہ نظر آتا ہے کہ ایک مدت کے بعد جب تبلیغ کا اثر ہونے لگتا ہے تو لوگ یوں جوق دَر جوق حق کو قبول کرنے لگ جاتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دریا نے بڑی تیزی سے کناروں کو گرانا شروع کر دیا ہے۔ غلطی یہ ہے کہ صحیح طور پر تبلیغ نہیں کی جاتی اور استقلال سے تبلیغ نہیں کی جاتی۔ رسول کریم ﷺ نے تیرہ سال تبلیغ کی مگر مکہ میں سے صرف اسی آدمیوں نے آپ ؐ کو قبول کیا۔ [۲۴] اس کے بعد آپ ؐ مدینہ تشریف لے گئے تو پانچویں سال کے آخر میں ہی قوموں کی قومیں' علاقوں کے علاقے اور قبیلوں کے قبیلے اسلام میں داخل ہونے لگ گئے اور وہ آپ ؐ کے پاؤں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرنے لگے۔ [۲۵]

غرض اس جنگ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس زمانہ میں جہاد کا رستہ بند ہے تو تبلیغ کا رستہ پہلے سے زیادہ کھلا ہوا ہے۔ میں نے جو کہا ہے کہ اس زمانہ میں تبلیغ کا راستہ پہلے سے زیادہ کھلا ہوا ہے تو اس کی میرے پاس دلیل بھی موجود ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۲۶ کہ آخری زمانہ میں جنت قریب کر دی جائے گی جس کے معنی یہ ہیں کہ تبلیغ کا راستہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ کھل جائے گا کیونکہ جنت تبھی قریب ہو سکتی ہے جب بغیر کسی خاص مشقّت کے جنت میں داخل ہونے کے سامان میسّر آ جائیں۔ چنانچہ موجودہ زمانہ میں ایسے ہی حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ اب لوگوں کے دل خود بخود موجودہ دینوں سے متنفّر ہو رہے ہیں۔ جس طرح یورپین لوگوں کے دل ایشیائیوں کی حقارت سے پر ہیں اسی طرح ان کے دل اپنے مذہب کی تحقیر سے بھی لبریز ہیں۔ پس اگر ایک طرف وہ ہمارا مٹی کا گھر توڑنے کی فکر میں ہیں تو دوسری طرف وہ اپنے روحانی گھر کو آپ توڑ رہے ہیں۔ پس یہ کیسا ہی اچھا موقع ہے کہ جب وہ ہمارے مٹی کے گھر کو توڑ رہے ہوں ہم انہیں تبلیغ کے ذریعہ اپنے روحانی گھر میں لے آئیں۔ اس کے بعد خانہ واحد کا معاملہ ہو جائے گا اور ہمارا نقصان ان کا نقصان اور ہمارا فائدہ ان کا فائدہ ہو جائے گا۔ غرض یہ ایک ایسی آنکھیں کھولنے والی بات ہے کہ اگر اس کو دیکھتے ہوئے بھی کسی شخص کے دل میں تبلیغ کے متعلق بیداری پیدا نہ ہو اور یہ عہدِ صمیم کر کے نہ اُٹھے کہ میں اپنے اردگرد کے رہنے والوں کو اور اپنے ہمسایوں کو اور جہاں جہاں میں پہنچ سکتا ہوں وہاں تک رہنے والوں کو اسلام کی تبلیغ کروں گا تو اس سے زیادہ بد قسمت انسان اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

آج اسلام کی ترقی کے لئے چاروں طرف تلوار سے کا راستہ بند اور مسدود ہو چکا ہے' اسلام کی ترقی کے لئے بندوق کا راستہ بند اور مسدود ہو چکا ہے' اسلام کی ترقی کے لئے توپ کا راستہ بند اور مسدود ہو چکا ہے' اسلام کی ترقی کے لئے جہازوں اور ہوائی جہازوں کا راستہ بند اور مسدود ہو چکا ہے' ایک ایک قلعہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے اپنے خون کو بہا کر قائم کیا تھا آج مسمار ہوتا نظر آ رہا ہے اور تلواروں' بندوقوں' توپوں اور ہوائی جہازوں سے ان قلعوں کو محفوظ رکھنے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا لیکن اسی دنیا کے پردہ پر ایک احمدیہ جماعت ایسی ہے جو اپنے دلوں میں یہ یقین اور ایمان رکھتی ہے کہ توپوں کے ذریعہ سے نہیں' تلواروں کے ذریعہ سے نہیں' بندقوں کے ذریعہ سے نہیں' ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے نہیں' بلکہ تبلیغ اور

تعلیم اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ سے پھر دوبارہ اِن گرتے ہوئے قلعوں کی تعمیر کی جائے گی' پھر دوبارہ اسلام کے احیاء کی کوشش کی جائے گی' پھر دوبارہ محمد ﷺ کے جھنڈے کو کسی چوٹی پر نہیں' کسی پہاڑ پر نہیں' کسی قلعہ پر نہیں بلکہ دنیا کے قلوب پر گاڑا جائے گا۔ اور اس میں کیا شُبہ ہے کہ دلوں پر گاڑا ہوا جھنڈا اُس جھنڈے سے بہت زیادہ بلند اور بہت زیادہ مضبوط اور بہت زیادہ پائیدار ہوتا ہے جسے کسی پہاڑ کی چوٹی یا قلعہ پر گاڑ دیا جائے۔ پس آج اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ تبلیغ میں لگ جائے اور غیر احمدیوں کو بھی تلقین کرے کہ وہ دوسرے مذاہب والوں کو تبلیغ کیا کریں کیونکہ گو احمدیت اور عام مسلمانوں کے عقائد میں بہت بڑا فرق ہے مگر پھر بھی بہت سے مشترکہ مسائل ایسے ہیں جن میں ہمارا اور ان کا یکساں عقیدہ ہے۔ پس اگر غیر احمدی بھی تبلیغ کرنے لگ جائیں اور وہ غیر مذاہب والوں کو داخلِ اسلام کریں تو گو وہ حقیقی اسلام سے پھر بھی دور ہوں گے مگر ہمارے نقطہ نگاہ سے وہ پہلے کی نسبت اسلام سے بہت زیادہ قریب ہو جائیں گے۔ آخر ہر جگہ ہم ہندوؤں میں تبلیغ نہیں کر سکتے' ہر جگہ ہم سکھوں میں تبلیغ نہیں کر سکتے' ہر جگہ ہم جینیوں میں تبلیغ نہیں کر سکتے' ہر جگہ ہم زرتشتیوں میں تبلیغ نہیں کر سکتے ہر جگہ ہم بدھوں میں تبلیغ نہیں کر سکتے۔ بلکہ سینکڑوں ایسے مقامات ہیں جہاں ایک بھی احمدی نہیں۔ پس اگر ہم ہی تبلیغ کریں تو ایک وسیع میدان تبلیغ سے خالی پڑا رہے گا لیکن اگر ہم ہر غیر احمدی کو سمجھانے کی کوشش کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب جہاد سے منع کیا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تم اپنے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاؤ اور اسلام کی ترقی کے لئے کوئی کوشش نہ کرو بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کو بجائے تلوار کے ذریعہ پھیلانے کے دلائل و براہین اور تبلیغ کے ذریعہ پھیلاؤ اور اس لحاظ سے اب تمہارا بھی فرض ہے کہ تم یہی ہتھیار لے کر گھر سے نکلو اور ہر غیر مسلم کو تبلیغ کے ذریعہ اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کرو تو اس کے بعد جو لوگ ان غیر احمدیوں کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوں گے گو وہ اس نام نہاد اسلام میں داخل ہوں گے جس میں قسم قسم کی غلطیاں پیدا ہو چکی ہیں لیکن پھر بھی وہ حقیقی اسلام کے پہلے کی نسبت بہت زیادہ قریب ہو جائیں گے۔ پس صرف خود ہی تبلیغ نہ کرو بلکہ ہر غیر احمدی کو جو تمہیں ملتا ہے سمجھاؤ اور اسے بتاؤ کہ آج اسلام کی ترقی کا صرف یہی ایک حربہ رہ گیا ہے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ اسلام کی ترقی کا نہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم میں سے جسے

دین سے پیار ہے' جسے دیانت سے پیار ہے' جس کے اندر نورِ ایمان اور نور اخلاص پایا جاتا ہے اب اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے دل کو استوار کر کے

لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

اب اس کا یہی فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو تبلیغ کے لئے وقف کر دے اور لوگوں کو بتائے کہ یہ وقتِ مسیحؑ ہے۔ جنگ و جدل کا زمانہ گذر گیا۔ اب تلوار کا زمانہ نہیں بلکہ تبلیغ کا زمانہ ہے۔ پس ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ دن کو بھی تبلیغ کرے اور رات کو بھی تبلیغ کرے' صبح کو بھی تبلیغ کرے اور شام کو بھی تبلیغ کرے اور جب عملی رنگ میں تبلیغ نہ کر رہا ہو تو دماغی رنگ میں تبلیغ کے ذرائع پر غور کرتا رہے گویا اس کا کوئی وقت تبلیغ سے فارغ نہ ہو اور وہ رات اور دن اسی کام میں مصروف رہے۔ مگر یاد رکھو تبلیغ وہی ہے جو حقیقی معنوں میں تبلیغ ہو بحث مباحثہ کا نام تبلیغ نہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ جس طرح تم اُس سانپ کو مارنے کی فکر میں لگ جاتے ہو جو تمہارے گھر میں نکلے اسی طرح اگر تمہارے دلوں میں نور ایمان پایا جاتا ہے تو تم بحث و مباحثہ کو اسی طرح کچل دو جس طرح سانپ کا سر کچلا جاتا ہے۔ جب تک تم میں بحث و مباحثہ رہے گا اس وقت تک تمہاری تبلیغ بالکل محدود رہے گی اور تمہارا مشن ناکام رہے گا۔ اگر تم اپنی تبلیغ کو وسیع کرنا چاہتے ہو' اگر تم اپنے مشن میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو تم بحث مباحثہ کو ترک کر دو۔ جس دن تم تبلیغ کے لئے صحیح معنوں میں نکلو گے اور اپنے دلوں میں لوگوں کیلئے درد اور سوز بھر کر ان تک پہنچو گے وہی دن تمہاری کامیابی کا دن ہو گا اور اسی دن تم صحیح معنوں میں تبلیغ کرنے والے قرار پا سکو گے۔ تمہارا کام یہ ہے کہ تمہارے سامنے خدا تعالیٰ نے جو راستہ کھولا ہے اس پر چل پڑو اور اپنے دائیں بائیں مت دیکھو کہ مومن جب ایک صحیح راستہ پر چل پڑتا ہے تو اپنے ایمان اور اخلاص کے لحاظ سے وہ کسی اور طرف دیکھنے سے اندھا ہو جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میرا کام یہی ہے کہ میں اس راستہ پر چلتا چلا جاؤں اور درمیان میں آنے والی کسی روک کی پروانہ کروں۔ وہ بہادر اور نڈر ہو کر سچائی دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور بحث مباحثہ کو ترک کر دیتا ہے۔

میرے پاس ایک دفعہ ایک انگریز آیا اور مجھے کہنے لگا آپ کس طرح کہتے ہیں کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ میں نے اسے اسلام کی سچائی کے متعلق کئی دلائل بتائے مگر ہر دلیل جب میں

پیش کرتا وہ اس کے مقابلہ میں انجیل کی کوئی آیت پڑھ دیتا اور کہتا۔ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں انجیل میں تو یہ لکھا ہے میں نے اسے کئی دلائل دیئے مگر جب بھی کوئی دلیل دوں وہ ایسے رحم کے ساتھ کہ گویا میں پاگل ہو گیا ہوں میری طرف دیکھتا تھا اور کہتا تھا آپ کو یہ غلطی لگی ہے انجیل میں تو یہ لکھا ہے۔ میں نے اُس وقت اپنے دل میں کہا کہ گو یہ ایک غلط راستہ پر ہی ہے مگر اپنے غلط مذہب سے ایسا اخلاص رکھتا ہے جو قابل رشک ہے۔ اگر وہ عیسائی ایک منسوخ اور غلط کتاب پر اتنا یقین رکھتا تھا کہ اس کے مقابلہ میں وہ کسی دلیل کو سننے کے لئے تیار نہیں تھا تو کیا ہم سچی کتاب اپنے پاس رکھتے ہوئے یہ پسند کر سکتے ہیں کہ ہم عقلی بحثوں میں پڑے رہیں اور اس کے دلائل لوگوں کے سامنے پیش نہ کریں۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم میں سے بعض کی یہ حالت ہے کہ وہ سچی کتاب اپنے پاس رکھتے ہوئے عقلی بحثوں میں پڑ جاتے ہیں اور درد اور سوز کے ساتھ تبلیغ کرنے سے کتراتے ہیں حالانکہ سچا دعویٰ خود اپنی ذات میں ایسا زبردست اثر رکھنے والا ہوتا ہے کہ اگر اس کے ساتھ کوئی دلیل نہ ہو تو اس کا صرف تکرار ہی لوگوں پر اثر ڈالنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ تم اگر توحید کے دلائل پیش نہ کرو اور صرف اتنا ہی کہنا شروع کر دو کہ خدا ایک ہے اور اس کی نافرمانی کرنا اور اس کے مقابلہ میں بتوں کو کھڑا کرنا اچھی بات نہیں تو گو اس دعویٰ کے ساتھ کوئی دلیل نہ ہو' چونکہ یہ ایک صداقت ہے اور صداقت خود اپنی ذات میں ایک شہادت رکھتی ہے اس لئے یہی بات دل پر اثر کر جائے گی اور دوسرا شخص متأثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

پس بحث مباحثہ کو ترک کر دو کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔ بحث مباحثہ میں انسان کبھی مذاق کر بیٹھتا ہے' کبھی چُبھتا ہوا کوئی فقرہ کہہ دیتا ہے' کبھی کسی بات پر اعتراض کر دیتا ہے اور اس طرح بحث مباحثہ بجائے ہدایت دینے کے دوسرے کے دل کو اور بھی زیادہ سخت کر دیتا ہے اور تمہارا اپنا ایمان بھی اس کے نتیجہ میں کمزور ہو جاتا ہے کیونکہ جب تم مذاق کرتے ہو یا کوئی چُبھتا ہوا فقرہ کہہ دیتے ہو تو تمہارے اپنے دل پر بھی زنگ لگ جاتا ہے اور تمہارا ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ جب تک تم یہ تبدیلی اپنے اندر نہیں کرے اس وقت تک تم تبلیغ کے کبھی صحیح نتائج نہیں دیکھ سکتے۔ پس بحث مباحثہ کا سر کُچلو اور تبلیغ کی تلوار لے کر کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اب دین اور دیانت کا معیار صرف یہی ہے کہ تم کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو تبلیغ کرو۔ اگر تم لوگوں کو تبلیغ نہیں کرتے' اگر تم رات اور دن

لوگوں کو داخل اسلام کرنے کی کوشش نہیں کرتے' اگر تم لوگوں کو یہ نہیں بتاتے کہ اب وقت مسیحؑ ہے' اب اسلام کے غلبہ کا یہ راستہ نہیں کہ تلوار لے کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے بلکہ تبلیغ اس کو غالب کرنے کا ذریعہ ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تمہارے اندر نہ دین پایا جاتا ہے نہ دیانت کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اور جب تمہارا شیخ تمہارا نبی اور تمہارا امامور جو رسول کریم ﷺ کا نائب اور خلیفہ ہے تمہارے متعلق یہ کہتا ہے کہ تمہارے اندر دینداری نہیں پائی جاتی تو چاہے تم ہزار قسمیں کھاؤ اور چاہے بیت اللہ کے پاس کھڑے ہو کر اپنی دینداری کے متعلق حلف اٹھاؤ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فتویٰ یہی ہے کہ اگر تم تبلیغ میں نہیں لگ جاتے تو تمہارے اندر دین اور دیانت کا وجود کبھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

(الفضل ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

۱۔ ۱۸۹۶ء۔ ۱۹۹۳ء صحابی ابنِ صحابی۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے صاحبزادے تھے۔ تقسیم برصغیر کے بعد سے لائلپور میں مقیم رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش کردہ الہامی تھیوری کہ عربی زبان اُمّ الْاَلْسِنَة ہے پر تحقیق کے سلسلہ میں ۵۱ زبانوں میں کام کیا۔ دو کتابوں اور بیسیوں مضامین کے مصنف اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ ۱۹۴۸ء تا ۱۹۹۳ء امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع فیصل آباد کے طور پر خدمت کی سعادت پائی۔ ۱۹۵۷ء تا ۱۹۹۳ء وقف جدید کے صدر رہے۔ صد سالہ جوبلی کمیٹی کے شروع سے لے کر آخر تک صدر رہے۔ ۲۸ مئی ۱۹۹۳ء کو فیصل آباد میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

۲۔ **البقرۃ: ۲۸۴**

۳۔ **جامع ترمذی ابواب الصوم باب ماجاء لکل اهل بلد رؤیتهم**

۴۔ تذکرہ مطبوعہ الشرکتہ الاسلامیہ صفحہ ۳۸۷ ایڈیشن چہارم ۱۹۷۷ء

۵۔ **صحیح بخاری کتاب الصوم باب رؤیة الهلال**

۶۔ ۷۔ "فتویٰ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک کسی شرعی حکم کی توضیح اور دوسرے کسی شرعی حکم کا کسی امر واقعہ پر اطلاق۔ مثلاً یہ فتویٰ کہ اگر ایک معتبر سنجیدہ آدمی بادل یا غبار والے دن یہ شہادت دے کہ اس نے اپنی آنکھ سے رمضان کا چاند دیکھا ہے تو اس کی شہادت

واجب القبول ہوگی اور اس بناء پر اگلے دن لوگوں کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہوگا یہ ایک شرعی حکم کی وضاحت ہے اور پہلی قسم سے متعلق ہے اس لئے قومی وحدت اور جماعتی نظم کی بناء پر اس قسم سے تعلق رکھنے والے انفرادی فتویٰ کو تسلیم کرنا عام حالات میں ضروری ہے۔ سوائے اس کے کہ اس قسم کے فتویٰ میں خلیفۂ وقت بمشورہ علماء کسی تبدیلی کا فیصلہ کرے یا قاضی بدلائل اس کے خلاف فیصلہ دے۔

فتویٰ کی دوسری قسم اطلاقی ہے مثلاً اوپر کی مثال میں یہ فتویٰ کہ جس شخص نے گواہی دی ہے وہ معتبر ہے یا واقعہ میں اُفق ابر آلود یا غبار آلود تھا اس لئے اس شہادت کی بناء پر کل رمضان کا روزہ ہوگا۔ اس قسم سے تعلق رکھنے والا انفرادی فتویٰ جائز القبول ہے یعنی جس کا دل چاہے اس پر عمل کرے اور جس کا دل چاہے عمل نہ کرے ہاں اگر علماء کی اکثریت اس فتویٰ کی تائید کرے یا خلیفہ وقت اس کی تصدیق فرمادیں یا اگر وہ قضائی معاملہ ہے تو قاضی اس کے مطابق فیصلہ دے تو پھر یہ بھی واجب التعمیل ہو جائے گا کیونکہ یہ انفرادی فتویٰ دراصل ایک اطلاقی فیصلہ ہے جو دراصل قضاء کے دائرہ کار کے اندر ہے۔ اور حقیقتاً فتویٰ نہیں اور نہ دارالافتاء سے اس کا براہِ راست تعلق ہے کیونکہ عام حالات میں مفتی کو قاضی کے اختیارات حاصل نہیں ہوتے۔ حضور کا مذکورہ ارشاد غالباً اس دوسری قسم کے فتویٰ سے متعلق ہے۔ (مکتوب محررہ ۱۲۔ مئی ۷۰ء ناظم صاحب دارالافتاء سلسلہ احمدیہ بنام مرتّب)

۸۔ جنگِ عظیم دوم (۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء) کی طرف اشارہ ہے جس میں اتحادی حکومتیں انگلستان امریکہ روس کا مقابلہ نازی جرمنی، اٹلی اور جاپان جو محوری طاقتیں کہلاتی ہیں سے تھا۔ بالآخر فتح اتحادی حکومتوں کی ہوئی۔

۹۔ ۱۸۵۸ء۔ ۱۹۰۵ء۔ بیعت ۱۸۸۹ء۔ آپ کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"وہ ہماری محبت میں ایسے محو ہو گئے تھے کہ اگر ہم دن کو کہتے کہ ستارے ہیں اور رات کو کہتے کہ سورج ہے تو وہ کبھی مخالفت کرنے والے نہ تھے........وہ اصحاب الصفّہ میں سے ہو گئے تھے جن کی تعریف خدا تعالیٰ نے پہلے ہی سے اپنی وحی میں کی تھی........ان کے متعلق ایک خاص الہام بھی تھا "مسلمانوں کا لیڈر"........ (بدر ۱۲۔ جنوری ۱۹۰۶ء)

تذکرہ صفحہ ۴۰۹

۱۰ دی ٹائمز۔ لندن۔ اجراء ۱۷۸۵ء۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ۔ شملہ۔ اجراء ۱۸۷۲ء۔ روزنامہ ۱۸۷۶ء لاہور سے۔ ۱۹۶۳ء میں بند ہو گیا۔

۱۱ روحانی خزائن جلد ۲۰ (تذکرہ الشہادتین) صفحہ ۵۳

۱۲ Under the Absolute Amir

۱۳ امیر حبیب اللہ خان والیٔ افغانستان۔ ۲۰۔ فروری ۱۹۱۹ء۔ حکومت ۱۹۰۱ء

۱۴ سردار نصراللہ خان: امیر حبیب اللہ کا بھائی۔ امیر کے بعد اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ لیکن ۶ ہفتے بعد ہی امیر حبیب اللہ کے بیٹے امان اللہ نے اسے تخت سے اتار کر خود قبضہ کر لیا۔

۱۵ ۱۹۰۷ء Frank A.Martin Under the Absolute Amir.pp.201-204
باب کا عنوان ہے Life of Europeans in Kabul

۱۶ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۰ شائع کردہ صیغہ تالیف و تصنیف ۱۹۵۱ء

☆۱۶ الفضل مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۴۳ء صفحہ ۶ کالم ۲ پر ۱۹۴۲ء میں امریکہ نے جو جہاز بنائے ان کی تعداد ۴۸ ہزار مرقوم ہے۔

۱۷ آل عمران:۱۴۵

۱۸ **صحیح بخاری کتاب المناقب باب مناقب ابی بکرؓ - صحیح بخاری حجۃ الوداع باب مرض نبی و وفاتہ۔ سیرت الامام ابن ھشام الجزء الثالث** صفحہ ۹۹۔۱۰۰

۱۹ ملفوظات جلد ۴، صفحہ ۱۱، گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۴۔۱۵، ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۷۶

۲۰ **صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الرجاء مع الخوف**

۲۱ مشہور صوفی بزرگ سہلؒ بن عبداللہ ۲۰۳ھ/۸۱۸ء۔ ۲۸۳ھ/۸۹۶ء فرماتے ہیں۔ **الخوف ذکر والرجاء انثی منھما یتولد حقائق الایمان۔**
(شرح التصرف صفحہ ۵۷)

۲۲ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۲ شائع کردہ صیغہ تالیف و تصنیف ۱۹۵۱ء